© rasailojaraid.com

اسلام میں عورت کے حقوق

(اعتراضات کا جائزہ)

سید جلال الدین عمری

عورت کے حقوق اور اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ یہ موجودہ دور کا ایک بہت ہی پیچیدہ اور نازک سوال ہے۔ اس پر اتنی بحثیں ہو چکی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو بلا مبالغہ ایک چھوٹی سی لائبریری تیار ہو سکتی ہے لیکن ان بحثوں سے یہ سوال حل نہیں ہوا۔ شاید یہ کہنا بھی غلط نہ ہو کہ ان بحثوں سے اس سوال کی پیچیدگی اور نزاکت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس سوال کے جواب میں اسلام کا بھی ایک موقف ہے۔ یہ موقف دورِ جدید کے زیر اثر نہیں ہے، بلکہ اس کا یہ موقف پہلے روز سے ہے۔ کل بھی تھا، آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اس کا یہ موقف اُس موقف کے بالکل خلاف تھا جو صدیوں سے تسلیم شدہ تھا اور جس پر ساری دنیا میں عمل ہو رہا تھا۔ اس میں عورت کی عمر اور مرد سے اس کے تعلق کی نوعیت کے لحاظ سے محبت ہے، ہمدردی اور تعاون ہے، مساوات ہے، اس کی مستقل شخصیت کا اعتراف ہے، اس کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہے، اس کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی حقوق ہیں، اس کے ساتھ اس کی طاقت اور صلاحیت کے لحاظ سے ذمہ داریاں بھی ہیں، یوں کہنا چاہئے کہ اس میں اس کی شخصیت کی تکمیل کا بھرپور سامان ہے۔ یہ بہت ہی واضح، مدلّل اور مضبوط موقف ہے۔ اس سے وہ پیچیدگیاں بھی حل ہو جاتی ہیں جو موجودہ دور کے موقف نے سماجی زندگی میں پیدا کر دی ہیں۔

اسلام کے بارے میں بعض لوگوں کا رویہ غیر علمی اور جانبدارانہ ہوتا ہے، وہ اپنے مخصوص مذہبی اور سیاسی نظریات کی وجہ سے اسلام کی کسی خوبی کو تسلیم کرنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ عورت کے سلسلے میں اسلام کے مثبت کردار کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تعصب اور تنگ نظری بڑا مہلک مرض ہے جو شخص اس مرض میں مبتلا ہو وہ بڑی بڑی حقیقتوں کو دیکھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں پاتا اور دیکھ لیتا ہے تو ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن حقیقتیں چھپائی نہیں جا سکتیں، وہ دیر سویر اپنا وجود منوا ہی لیتی ہیں۔ جب تک روئے زمین پر قرآن مجید اور حدیث کی واضح تعلیمات اور اسلام کی وہ فقہی اور قانونی بحثیں موجود ہیں جن کے مطابق صدیوں تک پوری اسلامی دنیا میں فیصلے ادر ان پر عملدرآمد ہوتا رہا، عورت پر اسلام کے احسانات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام سے پہلے عورت کی جو ناگفتہ بہ حالت تھی، اسلام نے اس کی ضرور اصلاح کی اور اسے بعض وہ حقوق دیے جن سے وہ پہلے محروم تھی، لیکن عورت کے ساتھ پورا انصاف نہیں کیا۔ اس نے مرد کو جو حقوق دئیے وہ حقوق عورت کو نہیں دئیے اور دونوں کے درمیان بہت سے معاملات میں فرق و امتیاز باقی رکھا۔ دوسرے لفظوں میں اسلام نے مرد اور عورت کو ایک حیثیت نہیں دی اور ان میں پوری طرح مساوات نہیں قائم کی۔[1]

اسلام نے عورت کو جو حقوق دئیے ہیں ان پر عدم مساوات کے اس نقطۂ نظر سے بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں مرد کی برتری کا تصور ہے۔ مرد گھر کا حاکم اور نگراں ہے، وہ ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہے، اسے طلاق کا حق حاصل ہے، وراثت میں عورت کا حصہ آدھا ہے، شہادت، قصاص اور دیت کے قانون میں اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ یہ اور اس طرح کے اور بھی اعتراضات ہیں۔ اعتراض کرنے والے چاہتے ہیں کہ ان قوانین کو بدل دیا جائے۔ مرد کی برتری ختم کر دی جائے، عورت

---

[1] ہمارے ملک میں مسلم پرسنل لا کا مسئلہ ایک زندہ مسئلہ ہے، پوری امت اس کے لیے فکرمند ہے اور اس کے بقا و تحفظ کی کوشش کر رہی ہے۔ پرسنل لا کا تعلق گو بہت سے شخصی و سماجی احکام سے ہے، اور اس میں مرد کے بعض حقوق بھی شامل ہیں لیکن جب مسئلہ نے اس وقت اہمیت اختیار کر لی ہے وہ عورت کے حقوق کا مسئلہ ہے۔ مخالفین کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کے پرسنل لا کے تحت عورت کے ساتھ انصاف نہیں ہوا ہے اور اسے پورے حقوق حاصل نہیں ہیں چنانچہ قدم قدم پر عورت کی مظلومی کی دہائی دی جاتی ہے اور پرسنل لا میں ترمیم اور تبدیلی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو خانگی زندگی میں وہ سارے حقوق دیئے جائیں جو مرد کو حاصل ہیں، دونوں کو برابر کے اختیارات ہوں، وراثت میں عورت کا حصہ وہی رہے جو مرد کا ہے، طلاق کا حق عورت کو بھی حاصل ہو، وہ جب چاہے مرد سے علیحدگی حاصل کر سکے، مرد طلاق دے تو مطلقہ کی زندگی بھر اس کا نفقہ برداشت کرے، مرد کو ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کی اجازت نہ ہو بعض اوقات یہ کہنے میں بھی تامل نہیں ہوتا کہ مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہو تو عورت کو بھی یہ حق ملنا چاہیئے کہ ایک سے زیادہ مردوں سے تعلق رکھے۔ عورت کو وہ تمام سیاسی و سماجی حقوق دیئے جائیں جو مرد کو حاصل ہیں یہ سارے اعتراضات اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہیں۔ افسوس ہے کہ اس ناواقفیت میں بہت سے پڑھے لکھے لوگ اور دانش ور بھی گرفتار ہیں۔ اسلام نے زندگی کا جو وسیع اور جامع تصور دیا ہے اور جس طرح شخصی اور اجتماعی زندگی کی تعمیر کی ہے اس کی روشنی میں یہ اعتراضات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔

یہ اعتراضات نئے بالکل نہیں ہیں۔ ان کی عمر کافی ہو چکی ہے۔ اس مدت میں مختلف پہلوؤں سے ان کے جوابات بھی دئے جاتے رہے ہیں۔ لیکن یہ بات کس قدر افسوسناک اور علمی دیانت کے خلاف ہے کہ ان اعتراضات کو اس طرح دہرایا جاتا ہے کہ جیسے پہلی بار انھیں دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور ان کا کوئی جواب مسلمان مفکرین کے پاس نہیں ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اس کے پیچھے اسلام کو سمجھنے کا جذبہ کم ہے اور زیادہ دل چسپی اسے ہدف تنقید بنانے سے ہے، حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ جن اعتراضات کا جواب دیا جائے اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اس میں کوئی خامی ہو تو اسے واضح کیا جائے۔ اس سے افہام و تفہیم کی راہیں کھلیں گی، غلط فہمیاں رفع ہوں گی اور اسلام کو صحیح شکل میں سمجھا جا سکے گا۔

یہ سارے اعتراضات وہ لوگ کرتے ہیں جن کے ذہنوں پر مساواتِ مرد و زن کا وہ غیر معتدل نظریہ چھایا ہوا ہے جسے مغرب نے پیش کیا ہے اور جس کے جنگل میں وہ خود بری طرح پھنسا ہوا ہے۔ یہ نظریہ اب محض نظریہ نہیں رہا بلکہ اس کا طویل تجربہ ہو چکا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنسی آوارگی اور خاندان کی بربادی کی شکل میں اس کے بھیانک نتائج سامنے آچکے ہیں[1]۔ لیکن ان نتائج سے صرف نظر کر کے اس کی وکالت اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ ایک بے ضرر نظریہ ہے بلکہ عورت کی نجات اور کامیابی اسی سے وابستہ ہے۔ اگر اسلام اس کا ساتھ نہ دے تو عقل کا تقاضا ہے کہ اسے خیر باد کہہ دیا جائے۔ حالانکہ تاریخ کا تجربہ، عورت کے بارے میں اسلام کے نظریہ کی قدر و قیمت، افادیت اور پاکیزگی واضح کر چکا ہے۔ جب بھی مغرب کے مساواتِ مرد و زن کے تصور کی اصلاح کی جائے گی اور اس کی بے اعتدالیوں کو دور کیا جائے گا وہ اسلام کے نظریہ سے قریب ہوگا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اسلام ہی کے ذریعہ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے اور اس کی خامیاں دور کی جا سکتی ہیں۔

عورت کے بارے میں اسلام کے موقف پر اس کے مخالفین کی طرف سے اعتراضات اتنی شدت کے ساتھ ہوتے رہے ہیں اور مسلسل ہو رہے ہیں کہ بہت سے اسلام کا نام لینے والے بھی ان سے متاثر اور مرعوب ہیں۔ اور انھیں اسلام کی تعلیمات میں بڑی خامیاں نظر آتی ہیں۔

اس مرعوبیت کے بھی مختلف درجات ہیں۔ ان سب کا تعین آسان نہیں ہے۔ بعض حضرات، چاہے وہ زبان سے اس کا اقرار کریں یا نہ کریں لیکن عملاً اسلام کے ان 'فرسودہ' اور 'ناقابلِ عمل' قوانین ہی سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک آج کے دور میں عورت کی منزل اسلام نے نہیں مغرب نے متعین کی ہے۔ وہ اسلام کے "حصار" میں رہ کر ترقی نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے اسے ان مرغزاروں میں دوڑ لگانی ہوگی جو مغرب کی رہنمائی میں تیار ہوئے ہیں، ان کی اس خواہش اور کوشش کا ایک مسلمان اس وقت تک ساتھ نہیں دے سکتا جب تک کہ وہ مسلمان ہے۔ اس کے لیے احکام شریعت وہ 'حدود' ہیں جن سے تجاوز کی اسے اجازت نہیں ہے۔ اگر کبھی اس سے یہ غلطی سرزد ہو جائے

[1] اس کی تفصیل 'آزادیٔ نسواں کا مغربی تصور' کے عنوان کے تحت ہم نے اپنی کتاب 'مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ' میں پیش کی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو وہ اپنے آپ کو مجرم اور خدا کے سامنے جواب دہ تصور کرے گا اور جلد سے جلد ان 'حدود' کے اندر کے آنے کی کوشش کرے گا۔ یہ اس کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اس وقت تمام احکام شریعت زیر بحث نہیں ہیں۔ صرف ان احکام کا ذکر ہے جو خاندانی زندگی سے متعلق ہیں۔ ان احکام کو قرآن مجید نے متعدد مقامات پر 'حدود اللہ' سے تعبیر کیا ہے اور ان 'حدود' کو توڑنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ایک جگہ قانونِ طلاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا	یہ اللہ کے قائم کردہ حدود ہیں۔ ان سے
وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ	آگے نہ بڑھو جو لوگ ان سے آگے بڑھیں
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۲۹)	وہی ظالم ہیں۔

سورۂ طلاق میں بھی احکامِ طلاق بیان ہوئے ہیں۔ اس کے فوراً بعد ارشاد ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ	کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب
اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا	کی اور اس کے رسولوں کے حکم کی نافرمانی
شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا	کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور
نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا	انھیں بری طرح عذاب دیا۔ انھوں نے
وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝	اپنے اعمال کا مزا چکھا اور ان کا انجام کار نقصان
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا	ہوا۔ اللہ نے آخرت میں ان کے لیے سخت
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ	عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لہٰذا اے عقل والو'
اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ	جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو بے شک
ذِكْرًا ۝ (الطلاق: ۸-۱۰)	اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے۔

اس تہدید کے بعد کیا کوئی مسلمان عورت کے حقوق یا عائلی قوانین یا کسی بھی قانونِ شریعت کی مخالفت کا تصور کرسکتا ہے؟

بعض حضرات کے دل و دماغ پر مغرب کا اتنا غلبہ تو نہیں ہے کہ وہ قرآنی احکام کو دفترِ پارینہ سمجھ کر رد کر دیں لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی شریعت جن حالات میں نازل ہوئی تھی وہ حالات بدل چکے ہیں۔ بدلے ہوئے حالات میں صدیوں پرانے اصول و روایات پر اصرار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحیح نہیں ہے۔ یہ دور مسابقت کا دور ہے۔ اسلام نے عورت کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے اس پر قائم رہتے ہوئے موجودہ مسابقت میں وہ شریک نہیں ہوسکتی، اس کے پیچھے رہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ پوری قوم پیچھے رہ جائے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی قوانین میں ترمیم کر کے انھیں موجودہ دور سے ہم آہنگ کرلیا جائے۔ ان حضرات کے نزدیک یہ 'اجتہاد' ہے اور بدلے ہوئے حالات میں اجتہاد ضروری ہے۔ جو لوگ اس طرح کا 'اجتہاد' نہیں کرتے انھیں آئے دن ان حضرات کی طرف سے، حالات سے بے خبر اور جمود زدہ ہونے کے طعنے سننے پڑتے ہیں۔

بعض لوگ اس سے بھی آگے بڑھ کر بڑی سادگی اور بھولے پن سے کہتے ہیں کہ اسلام ایک جدید (MODREN) مذہب ہے۔ اس نے عورت کو دور جدید کے سارے حقوق دیے ہیں لیکن قدامت پرستوں نے قرآن و حدیث کی تعبیر اس طرح کی ہے کہ دورِ غلامی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اس لیے اسلام کی جدید اور ترقی پسندانہ تعبیر کی ضرورت ہے کون ہے جو اس فہم و بصیرت اور روشن خیالی کی داد نہ دے؟

جو لوگ 'اجتہاد' کے نام پر اسلامی قانون میں ترمیم چاہتے ہیں وہ غالباً اسلامی قانون کو بھی انسانی قوانین پر قیاس کرتے ہیں۔ جو قانون انسان بناتا ہے اسے وہ جب چاہے اور جس طرح چاہے بدل سکتا ہے۔ اسلامی قانون کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اس لیے اس میں کسی بھی فرد کو ترمیم و تبدیلی کا حق نہیں ہے یہ حق اس نے اس پیغمبر کو بھی نہیں دیا جس پر شریعت کا نزول ہوا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ	جب انھیں ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا	جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھیں ہم سے ملاقات کی
ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ	توقع نہیں ہے، کہتے ہیں کہ اس کی جگہ کوئی
بَدِّلْهُ ط قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ	دوسرا قرآن لے آؤ یا اس میں ترمیم کردو۔ ان
اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ	سے کہہ دو کہ یہ میرا کام نہیں کہ میں اس میں اپنی
اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ	طرف سے کوئی ترمیم کردوں میں تو اس وحی
اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ	کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر کی جاتی ہے۔ اگر میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عَظِیْمٍ ۝ اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ (یونس : ۱۵)

دوسری بات یہ ہے کہ انسانی قوانین وقت اور حالات کی پیداوار ہوتے ہیں۔ یہ زمان و مکان کے اثرات سے آزاد نہیں ہوتے۔ ان میں بڑی لچک ہوتی ہے۔ وہ حالات کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ انسانی قانون میں اس لچک کا نہ پایا جانا اس کی خوبی نہیں، خامی ہے جو اسے بدلے ہوئے حالات میں ناقابل عمل بنا دیتی ہے۔ لیکن جس شخص نے بھی اسلام کا کھلے ذہن سے تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن نے خود کو ایک ابدی دین کی حیثیت سے پیش کیا ہے جس میں تاقیامت کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ اجتہاد ایک دوسری ہی چیز ہے۔ وہ قرآن کے صریح احکام کو بدل دینے کا نام نہیں ہے بلکہ ان احکام کی روشنی میں مزید نئے احکام وضع کرنے کا نام ہے۔ یہ کام بے قید اور آزاد فکر کے ساتھ نہیں ہو سکتا بلکہ اسے بعض سخت حدود کا پابند ہونا پڑے گا۔

یہاں ایک سوال بار بار ذہن میں ابھرتا ہے۔ وہ یہ کہ آخر ان 'مصلحین' (REFORMISTS) کو عورت کے حقوق اور مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کی فکر اس قدر دامن گیر کیوں ہے؟ مسلمانوں میں بہت سی خرابیاں ہیں، عقیدے کی بھی، عمل کی بھی، اخلاق کی بھی، لین دین اور معاملات کی بھی، لیکن وہ مسلمان عورت کی مظلومی پر جس قدر فکرمند اور پریشان ہیں اتنے فکرمند اور پریشان کسی اور مسئلہ میں نظر نہیں آتے؟

ان حضرات کے ذہن و فکر کے مطالعہ سے اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے نزدیک انسان کی زندگی کا مقصد اور اس کی منزل وہ ہے اور وہی ہونی چاہیے جو مغرب نے متعین کر دی ہے۔ اس کے لیے راستہ بھی انھوں نے وہی اختیار کیا ہے جو مغرب نے اختیار کیا ہے۔ اس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ دین و مذہب ایک بے معنی چیز ہے، اس کا ہماری زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر کسی کو اس سے دلچسپی ہو تو اپنی شخصی زندگی میں اس سے دلچسپی رکھے، اجتماعی زندگی کو اس سے بہر حال آزاد ہونا چاہیے۔ جب تک انسان مذہب کی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے، ماضی کے دورِ ظلمت میں پڑا رہے گا اور ترقی کی راہیں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے بند ہوں گی۔ آج کے دور میں اسے جینے کا حق نہیں ہے۔

یہ پوری مسلمان امت کو اسی راہ پر لے چلنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے پہلے قدم کے طور پر شاید وہ 'معاشرتی اصلاح' کو زیادہ سودمند خیال کرتے ہیں اور مسلمان عورت کے حقوق کی دہائی دے کر انھیں اس میدان میں کامیابی کی بھی غالباً زیادہ توقع ہے۔ اس لیے کہ جب تک مسلمان عورت دین کے قدیم تصورات کی 'دلدل' میں پھنسی ہوئی ہے اور نئی نسل کو خدا اور رسول کی وفاداری اور ان کے احکام کی اتباع کا درس دے رہی ہے، اس وقت تک دین کی بندشیں اتنی ڈھیلی نہیں ہوں گی کہ مسلمان امت کو ہزار بے عملی کے باوجود اس سے پھیرا جاسکے۔ ان کا رخ اسی وقت بدلے گا جب کہ عورت دین سے منھ پھیر لے اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے اس کے خلاف علَم اٹھالے۔ اس میں چونکہ وہ کامیاب نہیں ہیں اور انھیں کامیابی کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہیے، اس لیے غم و غصہ مذہب کے علمبرداروں پر اتارتے رہتے ہیں اور انھیں دقیانوسی، قدامت پرست، احیاء پسند اور بنیاد پرست جیسے الفاظ اور القاب سے نوازتے رہتے ہیں۔ ان کی زبان اور قلم سے نکلا ہوا ہر لفظ سند ہے اور دورِ جدید نے اسے وسیع پیمانے پر پھیلانے کا انتظام کر رکھا ہے، اس لیے یہ ساری تہذیب و شائستگی بڑی بے تکلفی کے ساتھ پھیلتی رہتی ہے۔

بعض حضرات بذاتِ خود دینی مزاج کے حامل ہیں اور مغربی تہذیب کے تلخ تجربات سے بچنا بھی چاہتے ہیں۔ لیکن چاروں طرف سے اس تہذیب کا دباؤ اتنا سخت ہے کہ وہ اس کے اثرات سے آزاد نہیں ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کی معاشرت میں تبدیلی آرہی ہے اور عملاً مغربی تہذیب کی گرفت ان پر مضبوط ہوتی جارہی ہے لیکن ابھی وہ اس پہلو سے خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں کہ مغرب کی تقلید کی دوڑ میں شریک ہونے کے باوجود اس کی خرابیوں سے ان کی معاشرت محفوظ ہے اور آئندہ بھی اسی طرح محفوظ رہے گی۔ لیکن یہ جھوٹا اطمینان ہے اور ایک طرح کی خوش فہمی ہے جو زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر ابھی تک مغرب کے کڑوے کسیلے پھل انھیں حلق سے نہیں اتارنے پڑ رہے ہیں تو اس کی وجہ اسلام کے وہ اثرات ہیں جو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہذیب کے ثمرات کو ظاہر نہیں ہونے دے رہے ہیں۔ جب یہ اثرات ختم ہوں گے تو مغربی تہذیب اپنی تمام خرابیوں کے ساتھ ان کے گھروں میں موجود ہوگی۔ سیلاب کے آثار کو دیکھ کر جو شخص ہوش میں نہ آئے اور اپنے گھر کی حفاظت نہ کرے اس کا گھر سیلاب کی نذر ہو کر رہے گا کوئی اسے بچا نہیں سکتا۔

یہ تو ان افراد کا حال ہے جو مغرب سے مرعوب یا متاثر ہیں، لیکن اس وقت عام مسلمانوں سے بھی، جن میں کا ایک فرد خود لکھنے والا بھی ہے اور جو ان میں پائی جانے والی کمزوریوں سے پاک نہیں ہے، کچھ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے۔

عام مسلمان اپنے اس یقین اور ایمان کا زبان سے اظہار تو کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں وہ خدائے تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہیں۔ یہ حقوق لازماً ادا ہونے چاہئیں۔ ان میں ترمیم و تنسیخ کو وہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں براہ راست مداخلت تصور کرتے ہیں اور اسے روکنے اور اس قانون کو صحیح شکل میں باقی رکھنے کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار نظر آتے ہیں، لیکن عملاً وہ ان احکام کے پوری طرح پابند نہیں ہیں بلکہ قدم قدم پر اس کی خلاف ورزی ان سے ہوتی رہتی ہے۔ باپ بیٹی کے حقوق نہیں ادا کرتا، اس کی تعلیم و تربیت کی طرف اتنی توجہ نہیں دی جاتی جتنی توجہ کہ لڑکوں کی تعلیم کی طرف دی جاتی ہے لین دین میں دونوں میں فرق کیا جاتا ہے، مختلف بہانوں سے وہ حقِ وراثت سے محروم رکھی جاتی ہے۔ ماں اور باپ کے ساتھ اولاد کا رویہ خاص طور پر شادی اور اپنا گھر بسانے کے بعد بہت غلط ہوتا ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں ہوتا، ان کے قانونی حقوق ادا نہیں کیے جاتے، ان کے پاس اگر کوئی ذریعہ معاش نہ ہو تو وہ عسرت کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، بیوی کو شوہر کی محبت نہیں ملتی، سسرال میں اس کے ساتھ ملازمہ کی طرح سلوک ہوتا ہے، وہ اپنے بہت سے حقوق سے محروم رہتی ہے، بات بات پر سختی شروع ہو جاتی ہے، معمولی سے اختلافات طلاق کا بہانہ بن جاتے ہیں، مہر کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ طلاق کی صورت میں دیا جاتا ہے، طلاق نہ ہو تو اس کے ادا کرنے کی کوئی کوشش نہیں ہوتی یہی رویہ بالعموم ان تمام عورتوں کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے جن کے حقوق اسلام نے مرد پر عائد کر رکھے ہیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ اسلام نے (اپنے حدود کے اندر) عورت کو معاشی جدوجہد کی اجازت دی ہے، وہ اسے تعلیم میں آگے بڑھانا چاہتا ہے، اسے دعوت و تبلیغ، نشر واشاعت، تنقید واحتساب اور سیاسی وسماجی خدمات کا حق ہے، لیکن عملاً ان میں سے کسی میدان میں اس کا وجود نہیں ہے۔ پھر دنیا کیسے یقین کر سکتی ہے کہ اسلام نے اسے ترقی کے تمام مواقع فراہم کیے ہیں اور اسے وہ سب کچھ دیا ہے جو اسے ملنا چاہیے؟

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں مسلم معاشرے میں اگر ان کا احترام پیدا ہو جائے اور وہ ٹھیک ٹھیک ادا کیے جانے لگیں تو وہ مسائل ہی شائد پیدا نہ ہوں جن کا حوالہ دے کر پورے اسلامی قانون ہی کو بدنام کرنے اور اسے بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر مسلمان خود عورت کے حقوق ادا نہ کریں تو وہ کس منہ سے دوسروں سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ حقوق ان کے لیے پوری طرح واجب الاحترام ہیں، اس میں کسی قسم کی تبدیلی کو وہ گوارہ نہیں کر سکتے۔ ان کی بے عملی خود اس بات کی دلیل بن جائے گی کہ اس کی تقدیس ختم ہو چکی ہے اور اس کی کم از کم عملی اہمیت باقی نہیں رہی ہے۔

یہ بات اچھی طرح ذہن میں رہنی چاہیے کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دئے ہیں وہ اگر خوش دلی سے ادا نہ کیے جائیں تو ان کے حصول کے لیے وہ غیر اسلامی قوانین کا سہارا لے سکتی ہے۔ اس کے اندر یہ احساس بھی ابھر سکتا ہے کہ جس قانون سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے اسے بدل ہی جانا چاہیے، یہ محض قیاس آرائی نہیں ہے بلکہ واقعات اس کی تائید کر رہے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پورا معاشرہ اسلام کی طرف پلٹے اور خلوص کے ساتھ اس کے احکام کا پابند ہو جائے۔

© rasailojaraid.com